© rasailojaraid.com

Dr. Zakir Husain Library
Jamia Nagar
J. M. I. New Delhi

نظرات

پچھلے دنوں مہاراشٹر کے ہندو مسلم فسادات، دربار صاحب امرتسر میں فوج کا داخلہ اور وہاں حرب و ضرب اور پھر کشمیر میں فاروق عبداللہ گورنمنٹ کی برطرفی، تین ایسے نہایت سنگین اور افسوسناک واقعات ہیں جو حکومت ہند کی پیشانی کا بدنما داغ ہیں اور اس لیے ان کی مذمت جس قدر بھی کی جائے کم ہے۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی مذہبی عبادت گاہ کو کسی سیاسی مقصد کے لیے جائے پناہ بنانا، اسلحہ کا ذخیرہ اس میں جمع کرنا اور جب نوبت جنگ کی آجائے تو عبادت گاہ کو بطور ایک قلعہ کے استعمال کر کے اسے محاذ جنگ کی شکل میں تبدیل کر دینا، یہ سب اعمال و افعال وہ ہیں جن سے مذہب کے تقدس اور اس کی پاکیزگی پر حرف آتا ہے اور عبادت گاہ کی توہین ہوتی ہے، اس لیے یہ اعمال و افعال سخت قابل مذمت ہیں اور اس بارہ میں دو رائیں ہرگز نہیں ہو سکتیں، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کیوں کر ممکن ہوا کہ دہشت پسند ایک دو نہیں، ہزاروں کی تعداد میں اسلحے سے لیس، لبادے پنجاب میں پھیلے ہوئے تھے اور نہایت مہلک اور اعلیٰ قسم کے اسلحہ ہزاروں کی تعداد میں اسمگل ہو کر ایک عرصہ سے آتے رہے اور دربار صاحب میں خصوصاً اور دوسرے مقامات پر عموماً ان کے انبار لگتے رہے اور یہ سارا کھیل چند دنوں اور چند ہفتوں کا تو ہو ہی نہیں سکتا، ایک عرصہ سے یہ سب کچھ ہوتا رہا اور حکومت کے کانوں کان اس کی خبر نہیں ہوئی، حکومت کے پاس ان خفیہ سرگرمیوں سے اور اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چشم پوشی کی گئی یا یہ بات باخبر رہنے کے لیے کیا کچھ نہیں ہے؟ اس کا محکمۂ خفیہ خبر رسانی بڑا منظم ہے، اس کے پاس پولیس ہے، پنجاب میں باقاعدہ آئینی حکومت قائم ہے اور وہاں گورنر بھی موجود ہے اس بنا پر ان تمام چیزوں کے باوجود یہ سب کچھ ہوا تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ حکومت کے اعلیٰ افسران بھی اس سازش میں شریک تھے، اب حکومت کو اس کی اطلاع تھی مگر اس نے چشم پوشی کی یا سرے سے اسے اس کی خبر ہی نہیں ہوئی، دونوں صورتوں میں حکومت خود بھی مجرم قرار پاتی ہے اور اس جرم کی قباحت بیرونی ملکوں کی سازش کا چرچا کرنے سے ہرگز کم نہیں ہو سکتی۔ قانون کی نگاہ میں اگر جرم کا مرتکب مجرم اور اس لیے سزا کا مستحق ہے تو جو شخص مجرم کے لیے ارتکاب جرم کے مواقع فراہم کرتا ہے وہ جرم سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر اتنا بڑا اسکنڈل یورپ کے ایک ملک میں ہوا ہوتا تو گورنمنٹ کو فوراً مستعفی ہونا پڑتا۔

اس مرتبہ عروس البلاد بمبئی اور بھیونڈی میں فرقہ وارانہ فسادات اس شدومد اور زور کے ہوئے کہ خدا کی پناہ، لوگ مراد آباد اور میرٹھ کی ہلاکت خیزیوں کو بھول گئے، ہزاروں جانیں تلف ہوئیں، بے شمار بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہو گئیں، کروڑوں روپے کا نقصان ہوا۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ صرف اس لیے کہ شیوسینا جو ایک مرہٹہ فاشسٹ جماعت ہے اس کے سربراہ نے ایک مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہایت گستاخانہ اور توہین انگیز الفاظ کہہ دیے تھے، مسلمانوں نے اس پر غم وغصہ کا اظہار اور اس کے خلاف احتجاج کیا، بس پھر کیا تھا! ان کی جانوں پر بن گئی، اور قتل وغارتگری کا بازار گرم ہو گیا۔ اگر حکومت میں بیدار مغزی اور دستور و قانون کا ذرا لحاظ ہوتا تو وہ اس صورت حال کا فوراً انسداد اسی طرح کر سکتی تھی کہ شیوسینا کے سربراہ کو گرفتار کر لیتی اور اس پر مقدمہ چلاتی یا کم از کم اس کو اس پر مجبور کرتی کہ وہ مسلمانوں سے معافی مانگے، لیکن حکومت نے نہ یہ کیا اور نہ وہ، اور سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ حکومت نے اب تک اس سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یاد ہوگا جن دنوں میں ملک میں ایمرجنسی لگی ہوئی تھی اس وقت سماجی جرائم حتی کہ [illegible]
بہت بڑی حد تک انسداد ہو گیا تھا۔ ہر شخص اپنا فرض منصبی ادا کرنے لگا تھا۔ [illegible]
معمولی جھڑپوں کے علاوہ اس مدت میں کوئی بڑا اور قابل ذکر فرقہ وارانہ فساد بھی نہیں ہوا
یہ سب کچھ آخر کیوں تھا؟ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس دور میں حکومت اپنے اختیارات
کا استعمال کرنے میں آزاد اور خود مختار تھی اور لا اینڈ آرڈر کو مکمل بالادستی حاصل تھی۔ اس سے
یہ ثابت ہوا کہ حکومت اگر مضبوط ہے اور وہ دائیں بائیں دیکھے اور کسی کی رو رعایت کے بغیر
قانون کا نفاذ کرے تو ان تمام خرابیوں کا قلع قمع ہو سکتا ہے جن سے آج ہمارا معاشرہ دوچار
ہے، قومی یک جہتی کونسل نے فرقہ وارانہ فساد کے انسداد کے لیے جو سفارشات کی ہیں حکومت
ان کو تسلیم کر چکی ہے، لیکن افسوس کہ ان پر عمل آج تک کہیں نہیں ہوا۔

اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اگر کہیں کوئی فرقہ وارانہ فساد ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داری
اور مسئولیت براہ راست حکومت کے سر عاید ہوتی ہے۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فاروق عبداللہ کی گورنمنٹ پاپولر (Popular)
گورنمنٹ تھی اور اسے ۸۰ فی صد عوام کی حمایت حاصل تھی، اب اگر پارٹی کے بارہ ممبر پارٹی
سے باغی ہو کر فاروق عبداللہ کی صف مخالف میں جا بیٹھے تھے اور ان کی وجہ سے فاروق عبداللہ
کے حامی اقلیت میں رہ گئے تھے تو ریاست کی خیر خواہی اور عدل و انصاف کا تقاضا تھا کہ اس
سلسلہ میں کسی قسم کا اقدام کرنے سے پہلے امور ذیل پر غور کر لیا جاتا۔

(۱) یہ بارہ حضرات کس قسم کی شخصیت اور کردار کے حامل ہیں۔

(۲) ان حضرات نے کسی طمع اور لالچ سے تو ادلی بدلی نہیں کی

(۳) اگر الیکشن ہو تو کیا یہ حضرات اس میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اور ان تینوں سوالات کا جواب معلوم کرنے کا واحد طریقہ یہ تھا کہ ریاست میں الیکشن

© rasailojaraid.com